© rasailojaraid.com

پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم اے

شاہ احمد رضا خاں بریلوی کو آپ سے متعارف کیا جائے

ع زباں بھی ہے ہمارے منہ میں تابِ سخن بھی ہے

قارئین کرام! ہم چاہتے ہیں کہ آج کی نشست میں آپ کو شاہ احمد رضا خاں سے متعارف کروایا جائے۔ کیونکہ آپ کی شخصیت اپنے افکار و خیالات اور کد و کاوش کے باعث بریلوی مکتبِ فکر کی بانی سمجھی جاتی ہے۔ اور آج انہیں مجدّدِ مأتۂ حاضرہ کے لقب سے ملقب کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ تحریکِ آزادی میں قیادت کا سہرہ بھی انہی کے سر سجایا جارہا ہے۔ ہمیں ان کی ذہانت و فطانت سے انکار نہیں ہے۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بالکل اوائل عمر میں ہی علوم درسیہ سے فارغ ہو کر مسند درس و افتاء کی زینت بن گئے تھے۔ لیکن جیسا کہ مولانا ابو الکلام نے کہا کہ مدرسوں اور حجروں کا کام تو ہوتا ہی چلا آیا ہے۔ اور غلامی میں مسلمان قوم کو قعرِ ذلّت سے نکالنے کی خاطر مدرسوں اور حجروں کو چھوڑ کر میدان کارزار میں آجانا حقیقی عظمت تھی۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ شاہ احمد رضا خاں میدانِ جہاد میں نہ نکل سکے بلکہ آپ نے مجاہدینِ آزادی کی مخالفت کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔

جماعتوں کو اپنے بانیوں یا قائدین سے محبت و عقیدت کا تعلق ہونا ایک فطری بات ہے۔ اسی لئے بریلوی حضرات آپ سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ کسی نے کہا "حبک الشیٔ یعمی ویصم"۔ بریلوی حضرات کو بھی محبت نے اندھا کر دیا ہے اور دنیا جہان کی ہر خوبی ان کے پلڑے میں ڈال دی ہے۔ ہمیں انکی علمیت یا شانِ افتاء سے بحث نہیں ہے۔ ہمیں تو ان سرگرمیوں کو دیکھنا ہے جو انگریز کو برّصغیر سے نکالنے اور امتِ مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ضروری تھیں۔ اس سلسلہ میں جب مرزا رجب علی بدایونی نے ۱۸۹۸ء میں ہندوستان کے دار الحرب یا دار الاسلام ہونے کے متعلق آپ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا:

"ہمارے امام اعظمؒ بلکہ علماء ثلاثہؒ کے مذہب پہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ ہرگز دار الحرب نہیں۔ کہ دار الاسلام کے دار الحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الآئمہ کے درکار ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک اعلانیہ جاری ہوں اور شریعت کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔ مگر یہ بات بحمداللہ یہاں قطعاً موجود نہیں ہے۔ اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز با جماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدت، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ، وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرا بیضاء کی بناء پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے۔ اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں۔ اور بحمداللہ یہ بھی شوکت و جبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ مقامہ السامیہ کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم و اتباع پر مجبور کرتی ہے۔" (اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام طبع حسنی پریس دہلی ص ۲)

قارئین محترم! یہ فتویٰ جو مولانا احمد رضا خان نے دیا اسے بار بار پڑھ کر بتائیے کہ حکیم مشرق علامہ اقبال کا درج ذیل شعر ایسے ہی مفتیان کرام کی طرف اشارہ تو نہیں کرتا ؎

ملاّں کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

ہمیں افسوس ہے کہ وہ وارثانِ منبر رسول ﷺ جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کرکے خلافتِ الٰہیہ کے قیام کی کوشش کرنا تھی وہ نہ معلوم وجوہ کی بنا پر غیر ملکی استعمار و استبداد کی محکومی پر قناعت کا سبق دینے لگے۔ جن لوگوں کو مسیحا بن کر قوم کے تنِ مردہ میں از سرِ نو روح پھونکنا تھی، وہ خوابِ غفلت سے انگڑائی لیکر اٹھتی ہوئی قوم کو شوگر کوٹڈ فتووں کی گولیاں کھلا کر محکومی کی نیند سلانے لگے۔ کہاں یہ بلندی کہ جہانگیر جیسے مسلم حکمران کے سامنے ایک عالمِ دین نے جھکنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کہاں یہ پستی کہ ایک دوسرا عالمِ دین ایک کافرہ مشرکہ حکمران عورت کی غلامی پر صابر و شاکر ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

حکیم مشرق علامہ اقبال نے ضرب کلیم میں پیر حرم کو خطاب کرکے فرمایا تھا ؎

اے پیر حرم رسم و رہ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوا ہائے سحری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

یعنی علمائے دین پر واجب ہے کہ محکومی کے باعث مسلمان قوم کے مسخ شدہ کردار کی از سرِ نو تشکیل کیلئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی راہِ عمل ڈھونڈیں، جس پر چل کر وہ دوبارہ قیادت اقوام کے منصب پر فائز ہو سکیں جو اسلام کا مقصود ومطلوب ہے۔ لیکن شیخ کلیسا نواز اس کے برعکس ایسے اقدامات میں مصروف ہو گئے جن سے غلامی کے بندھن مضبوط تر ہوتے چلے گئے۔ دو رکعت کے یہ امام اس بات پر الحمدللہ کا ورد کرنے لگے کہ انہیں انگریز نے فتویٰ بازی کی اجازت دے رکھی ہے۔ انہیں اس بات کی ذرہ بھر پرواہ نہ تھی کہ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے سے اسلام کی عزت وحرمت اور مسلم مفادات پر کتنی کاری ضرب لگے گی قافلہ حریت کی راہ میں کتنی رکاوٹیں کھڑی ہو جائیں گی اور آزادی کی منزل کتنی دور ہو جائے گی، لیکن ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے سے جہاد واجب ہو جائے گا تو انہیں آرام وتعیش کی زندگی کو خیر باد کہہ کر رسم شبیری پر کاربند ہونا پڑے گا۔ اور یہ راستہ اتنا کٹھن ہے کہ بے چارے احمد رضا خان کو ایک طرف بریلوی حضرات کے مجاہد کبیر علامہ فضل حق بھی اس راہ کے مصائب سے بلبلاتے نظر آتے ہیں۔
(حوالہ کے لئے دیکھئے باغی ہندوستان)

شاہ احمد رضا خان کا دامن تحریک آزادی میں خدمات کے لحاظ سے بالکل خالی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو ہر ممکن طریق سے تحریک کی پشت میں خنجر گھونپنے کی کوشش کی تھی۔ جیساکہ ترک موالات کے دوران آپ نے انگریزی مفادات کی پاسبانی کرتے ہوئے پورے برصغیر کے مجاہدین آزادی کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور یہ ان کی زندگی کا اتنا بڑا سانحہ تھا کہ پروفیسر محمد مسعود کو "اعلیٰ حضرت اور ترک موالات" نامی کتاب لکھ کر اپنے اعلیٰ حضرت کے دامن سے یہ بدنما داغ دھونے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ وہ بے چارہ اس شعر کا مصداق ہو کر رہ گیا ہے ؎

شوئند از دامانِ ہستی داغ ہائے کہنہ را   سخت کوشی ہائے ایں آلودہ دامانے نگر

پروفیسر موصوف سے ہماری یہ گذارش ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان علمی طور پر مقام رفیع کے مالک ہوں لیکن سفید فام حکمرانوں کے مفادات کی پشتیبانی میں بھی ان کا مقام بہت آگے ہے۔ جب انگریزوں نے کانگریس قائم کی تو آپ نے ۱۸۸۰ء میں فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کیلئے کانگریس میں شامل ہونا جائز اور مباح ہے۔ اور سرسید تعاون ناجائز ہے۔ فتویٰ کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرسید ان کے نزدیک اشرار میں سے تھے۔ اور ہندو و انگریز ابرار تھے۔ (یہ فتویٰ نصرۃ الابرار کے نام سے لدھیانہ سے چھپ چکا ہے۔) کیونکہ کانگریس دراصل انگریزی مفادات کو تقویت دینے اور مسلمانوں کو ابدی طور پر غلام بنائے رکھنے کیلئے بنی ہوئی تھی۔ اور اس جماعت کے بنیادی مقاصد آزادی کیلئے جد وجہد شامل نہ تھی۔ جب رفتہ رفتہ سیاسی بیداری کا دور آیا۔ کانگریس کے عزائم استخلاص وطن از بیگانگان لعید الوطن کی صورت میں ظاہر ہوئے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس نے مسلمانوں کی اعانت سے آزادی کی تحریک شروع کی تو اس سلسلے میں انگریزی مال کا بائیکاٹ اہم حربہ سمجھا گیا۔ قائدینِ ہند کا خیال تھا کہ انگریز اپنا تیار شدہ مال ہند کی وسیع منڈی میں من مانے بھاؤ بیچ کر ہماری دولت سے خود مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اگر انگریزی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا جائے تو ان کی معیشت تباہ ہو جائے گی اور سبھی جانتے ہیں کہ معاشی طور پر مفلوج قوم سیاسی طور پر بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح انگریز ہندوستان سے نکلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ اس تحریک کی کامیابی سے انگریزی اقتدار پر زد پڑتی تھی اس لئے وہی احمد رضا خان جو مسلمانوں کے لئے کانگریس میں شمولیت جواز کا فتویٰ دے چکے تھے۔ اب فوراً گرگٹ کیطرح رنگ بدل گئے۔ اور فتویٰ دیدیا کہ اہلِ کتاب کے بالمقابل ہندوؤں سے تعاون کر کے بائیکاٹ کی تحریک چلانا خلافِ اسلام ہے۔

اب تھوڑی دیر کے لئے اعلام الاعلام نامی فتویٰ کی جانب واپس چلئے، کیونکہ ہم اسکی روشنی میں چند امور کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

حضرۃ الامام شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی نے انگریزوں کے مقبوضات سے نکل کر سکھوں سے مقابلہ کیا۔ جبکہ سکھوں نے اپنی حدود مملکت میں مساجد بند کر رکھی تھیں۔ اذان دینے پر پابندی تھی۔ ذبیحہ گاؤ ممنوع تھا۔ فرائض اسلامیہ کی بجا آوری میں ہر ممکن رکاوٹ ڈالی جا رہی تھی۔ کسی مسلمان کی عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ اس کے برعکس باقی ہندوستان پر اگرچہ انگریزوں کا تسلط تھا۔ لیکن ۱۸۲۶ء کے تسلط اور ۱۸۹۸ء کے تسلط میں ایک نمایاں فرق موجود ہے۔ کیونکہ ۱۸۲۶ء میں مغل بادشاہ ملک کا قانونی حکمران تھا۔ اور کسی نہ کسی شکل میں اسلامی حکومت باقی تھی جبکہ ۱۸۹۸ء میں ملک کلیتاً انگریزوں کے تسلط میں تھا۔ آج یہ طعنہ دیا جاتا ہے۔ کہ مجاہدین نے سکھوں سے پنجہ آزمائی کیوں کی اور انگریزوں سے کیوں نہ ٹکرائے۔

صاحبِ من! آپ کے مجدد تو شاہ برطانیہ کی عملداری میں شامل ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے رہے ہیں اور شاہ اسماعیل سے یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ اس دارالاسلام میں جنگ کرے۔ اور سکھوں کا پنجاب آپ کے مجدد کے نزدیک دارالحرب ہے۔ کیونکہ جو شرائط احمد رضا خاں صاحب نے دارالحرب کیلئے ضروری قرار دی ہیں وہ من و عن رنجیت سنگھ کے پنجاب میں موجود ہیں۔ جب شاہ اسماعیل اس دارالحرب کو دارالاسلام میں تبدیل کرنے کیلئے کمر ہمت باندھتا ہے۔ تو وہ انگریزوں کا ایجنٹ بن جاتا ہے۔ فکر و عمل میں یہ کس قدر بھیانک تضاد ہے۔

پھر حضرت شاہ اسماعیل تو اس فتویٰ کی بنیاد پر راہِ جہاد میں گامزن ہوئے تھے۔ ان کے چچا شاہ عبدالعزیز نے دیا تھا، جس میں انگریزوں کا ہندوستان (جہاں برائے نام بہادر شاہ ظفر یا اس کا باپ ہی حکمران

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیوں نہ ہو۔) دارالحرب قرار دیا جا چکا تھا۔ لیکن آپ کے مجدد بسم اللہ کے گنبد میں بیٹھ کر محض فتوٰی بازی کی اجازت ہونے پر ۱۸۹۰ء کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دئے جا رہے ہیں۔

شاہ محمد اسماعیل سکھوں سے ٹکرائے۔ اس لئے کہ ان کی بنیاد جہاں سے انہیں سپاہی اور سرمایہ مہیا ہوتا تھا، انگریزوں کے زیرِ تسلط تھی۔ براہِ راست مقابلہ کی صورت میں انگریز سب سے پہلے اس بنیاد کو ختم کر کے تحریک کا خاتمہ کر دیتے۔ سرحد کا علاقہ نسبتاً آزاد تھا۔ پہاڑوں میں رہ کر تھوڑے سامانِ جنگ اور قلیل تعداد کے ساتھ بڑے دشمن کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے وہ میدانی علاقوں سے نکل کر کوہستانوں کی جانب چل دئے۔ پروگرام یہ تھا کہ وہاں کے مقامی افراد کی اعانت حاصل کر کے پہلے چھوٹے دشمن (سکھوں) کا خاتمہ کیا جائے گا۔ اور کشمیر و پنجاب میں اسلامی حکومت قائم کر کے بقیہ ہندوستان کو انگریز کے پنجۂ استبداد سے چھڑایا جائے گا۔ بتائیے اس منصوبے میں کیا خامی ہے۔ لیکن انگریزوں کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے اور ان کی سرپرستی میں گل چھرے اڑانے والوں کو سربکف مجاہدین کی یہ ادا ایک آنکھ نہ بھائی۔ کیونکہ تعیش پسندوں کو اسلامی حکومت کا احتساب کیونکر گوارا ہو سکتا تھا۔ قضاء عمری پر اکتفاء کرنے والوں کو نماز پنجگانہ کی پابندی کیونکر گوارا ہو سکتی تھی۔ اجمیر۔ کلیر۔ لاہور۔ پاکپٹن اور کوٹ مٹھن جا کر چند روپوں کے خرچ سے حج کا ثواب حاصل کر لینے والوں کو مہینوں کا سفر کر کے اور ہزاروں روپیہ خرچ کر کے حرمین جانا کس طرح پسند آ سکتا تھا۔ (ان لوگوں کا فتوٰی تھا کہ بحری سفر میں جان کا خطرہ ہونے کے باعث حج کی فرضیت ساقط ہو چکی ہے۔) قُل۔ ساتے۔ چالیسویں اور گیارہویں پر اپنی معیشت کا مدار رکھنے والوں کو خون پسینہ ایک کر کے رزقِ حلال حاصل کرنا کیوں کر آسان معلوم ہو سکتا تھا۔ اور بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کے مزار کے دروازے سے گزر کر جنت میں پہنچ جانے والوں کو شمشیروں کے سائے تلے جنت کی تلاش کیوں کر گوارا ہو سکتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں کو شاہ اسماعیل کے عزائم پسند نہ آئے۔ اور سرحد میں پروپیگنڈہ کر دیا گیا کہ یہ لوگ بدعقیدہ ہیں، بزرگوں کو نہیں مانتے۔ پیغمبروںؑ کا احترام نہیں کرتے۔ وہابی ہیں، یہ ہیں اور وہ ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کی اعانت کے سہارے تحریک نے آگے بڑھنا تھا وہی خوانین خون کے پیاسے ہو گئے۔ اور مجاہدین کا بیشتر حصہ بالاکوٹ کے سانحہ کی نذر ہو گیا۔ فریقین اپنی اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ مجاہدین جامِ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اور انگریزوں کے ہندوستان کو دارالاسلام سمجھنے والے کلیتاً انگریزوں کی سرپرستی میں آ گئے۔ وقت گزر گیا تو آج یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم تحریکِ آزادی کے ہیرو ہیں۔ بھئی جب آپ کے مذہب میں انگریزوں کے خلاف بغاوت، جہاد اور جدوجہد ہی ناجائز تھی۔ تو پھر آپ نے اگر کچھ کیا ہوگا۔ تو ان کے قدم مضبوط کرنے کی کوشش کے علاوہ اور کیا کیا ہوگا۔ جدوجہد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آزادی میں حصہ لینے کی سعادت ہر کس و ناکس کے حصہ میں نہیں آتی بلکہ ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بات مولانا احمد رضا خان کے فتویٰ کی ہو رہی تھی۔ ہم حیران ہیں کہ اگر وہابیوں کے کسی اہلِ قلم کے قلم سے انگریزوں کی حمایت میں کچھ نکل جائے تو وہ انگریزوں کے ایجنٹ اور پشتینی وفادار شمار کئے جاتے ہیں اور اگر احمد رضا خان ان سے کئی قدم آگے بڑھ کر انگریزی مقاصد کی آبیاری فرمائیں تو وہ اُلٹے اعلیٰ حضرت بن کر سرخیلِ تحریکِ آزادی ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر کسی وہابی کے قلم سے غیر مناسب بات نکلی ہے تو وہ اسوقت بات کی ہے، جب ۱۸۶۵ء کے بعد وہابیوں پر مقدمات بغاوت چل رہے تھے۔ ان کی جائیدادیں ضبط ہو رہی تھیں۔ انہیں پھانسیوں پر لٹکایا جا رہا تھا۔ کالا پانی میں وہابیوں کی کالونی بنائی جا رہی تھی اور ان کے اعزہ واحباب واقارب کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ایسے لوگوں نے اپنی جماعت کو بچانے اور انگریزوں کے انتقامی جذبات کو اعتدال پر لانے کیلئے اگر مقامِ عزیمت سے ہٹ کر مقامِ رخصت کی کچھ باتیں لکھ دی ہیں تو اہلِ نظر کے نزدیک یہ کوئی جرم نہیں ہیں، جبکہ ان کے ارادے اور ہمیں دبی تھیں جو سرحد پر برسرِ کار وہابیوں کی تھیں۔ وہ تو صرف انگریز کی آنکھوں میں دھول جھونک کر جماعت کو بچانا اور از سرِ نو اسے اتنا طاقتور بنانا چاہتے تھے تاکہ دشمن کو ناکوں چنے چبوائے جا سکیں۔

مولانا احمد رضا کے اس فتویٰ کے ضمن میں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس سے برسوں قبل حضرت شاہ عبدالعزیز اسی ہندوستان کو دارالحرب قرار دے چکے تھے اور جن دلائل و وجوہ کے باعث مولانا احمد رضا نے ہند کو دارالاسلام کو قرار دیا تھا، وہ شاہ صاحب کے بھی سامنے تھے، لیکن انہوں نے فرمایا تھا کہ ظاہر حال کو حقیقتِ حال پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ دونوں بزرگوں کے اس متضاد طرزِ عمل سے آپ کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ کس میں کون بول رہا ہے۔ اور اقبالؒ نے یہ شعر کس موقع کیلئے ارشاد فرمایا تھا ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

یہ شاہ احمد رضا خان جو خان بھی ہیں اور شاہ بھی (اور پھر اعلیٰ حضرت بھی جبکہ تمام پیغمبرؑ اور صحابہؓ صرف حضرت ہیں۔ اس کے باوجود انبیاء و صلحاء کے گستاخ ہونے کا طعنہ وہابیوں کو دیا جاتا ہے۔) بانس بریلی میں جو "اُلٹے بانس بریلی کو" والے محاورے کے باعث عوام الناس میں معروف ہے۔ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ ایک سال کے طفلِ شیر خوار تھے۔ اور ۱۸۶۵ء کے ایام میں جب برِ صغیر کے مجاہدینِ آزادی مقدمات، بغاوت، ضبطیٔ جائیداد، انہدامِ قبور و مکانات، بیدزنی، پھانسی اور حبسِ دوام بعبورِ دریائے شور کے مراحل سے گزر رہے تھے، آپ اپنے والدِ محترم کی انگلی پکڑ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چلنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ہمارے بریلوی احباب کا کہنا ہے کہ انہوں نے اوائل عمر میں ہی علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ اور ۵۰ سے زیادہ علوم میں ماہر ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے علوم بھی ہیں جن کے ماہر اساتذہ اس وقت کے برصغیر میں گنے چنے اور معروف تھے، لیکن آپ کے اساتذہ میں ان کا نام نہیں آتا۔ اور بعض علوم ایسے ہیں جن کا ماہر اس وقت کے برصغیر میں کوئی نہ تھا۔ خدا جانے یہ دونوں قسم کے علوم آپ نے کہاں سے سیکھ لئے تھے۔ پھر آپ نے تالیف و تصنیف اور درس و افتاء کا مشغلہ اپنایا اور بتایا جاتا ہے کہ آپ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھیں، لیکن قرب زمانی کے باوجود آج تک کوئی بریلوی محقق ہزار کتابوں کا سراغ لگانا تو ایک طرف رہ گیا نام تک نہیں گنوا سکا۔ سنا جاتا ہے۔ کہ ہر صدی کا ایک مجدد ہوتا ہے۔ اور اتفاق سے آپ نے دو صدیوں کا زمانہ دیکھا۔ یعنی تیرھویں اور چودھویں کا۔ بریلوی احباب انہیں مجدد مائۃ حاضرہ کہتے ہیں۔ اور یہ تیرھویں صدی سے کہا جا رہا ہے۔ اور آج بھی کہا جاتا ہے، گویا آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ دو صدیوں کے مجدد ہیں۔ یا پھر بریلوی حضرات فیصلہ نہیں کر سکے کہ آپ کو دراصل کس صدی کا مجدد کہا جائے۔ جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پہلی صدی کا، حضرت امام شافعیؒ کو دوسری صدی کا، حضرت احمد سرہندیؒ کو گیارھویں صدی اور شاہ ولی اللہ کو بارھویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے۔ بہرحال یہ احمد رضا خان صاحب کے علمی کارناموں پہ منحصر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان تمام مجددوں سے بڑھ گئے ہوں اور دو صدیوں کے مجدد کا اعزاز پا گئے ہوں۔ لیکن ہمیں حیرت ہے کہ آج مولانا احمد رضا خاں کو تحریک آزادئ ہند کا علم بردار بھی قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ متحدہ ہندوستان میں تحریک آزادی کے لئے جتنی بھی انجمنیں وجود میں آئیں خواہ وہ مسلم لیگ ہو یا جمعیۃ العلماء ہند یا مجلس احرار۔ ان تمام انجمنوں کے لیڈروں، ممبروں ان کے ساتھ دامے درمے، قدمے سخنے تعاون کرنے والوں پر جناب احمد رضا خاں اور ان کے خاص معتقدین نے کفر کا فتویٰ لگایا اور ان سے تعاون کرنا حرام قرار دیا تھا۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں " الدلائل القاہرہ علی الکفر النیاشرہ در بارہ کاٹھیاواڑ ایجوکیشنل مسلم کانفرنس" میں احمد رضا خاں سے لیکر مولوی دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری علماء بریلوی۔ کلکتہ جبل پور بہار۔ کانپور۔ سندھ۔ حیدرآباد۔ سیتاپور۔ کاٹھیاواڑ۔ شاہجہان پور۔ رام پور اور لاہور کے ۸۰ بریلوی مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں اور اس میں بالاتفاق لکھا ہے۔ کہ "اس مسلم کانفرنس میں شمولیت اور مالی امداد دینا حرام ہے۔" اور اسی فتویٰ سے مسلم لیگ میں شمولیت حرام ثابت کی گئی ہے۔

"احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ" میں مولوی حشمت علی رضوی (جو اپنے آپ کو سگِ دربار رضویہ لکھتے ہیں۔ اور مولانا احمد رضا خاں کے بعد چوٹی کے بریلوی اکابرین میں شمار ہوتے ہیں) لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وہ اغراض و مقاصد جن کیلئے مسلم لیگ بنائی گئی ہے، وہی اصولِ شرعیہ و احکام اسلامیہ کے منضاد و مخالف ہیں۔"

قارئین! کیا آپ کو معلوم ہے کہ لیگ ان کی نظر میں کس بناء پر مطعون ہے۔؟ خود ہی لکھتے ہیں:
"تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں تحریروں میں شیخ الاسلام کہا جاتا ہے۔ حکیم الامت لکھا جاتا ہے۔ لیگ کے اجلاس میں تھانوی کا پیغام خاص احترام اور اہتمام سے لیا اور سنا جاتا ہے۔" (ص ۲۱)

"مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری" مصنفہ سید اولاد رسول قادری برکاتی مارہروی سجادہ نشین مارہرہ شریف۔" مسلم لیگ کا یہی جرم بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔:

"لیگی جب فخر سے کہتے ہیں کہ کیا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔" (ص ۷) خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، آیئے اصل مطلب کی جانب۔

"الجوابات السنیہ علی زہاء السوالات اللیگیہ" مصنفہ اولاد رسول مارہروی ہیں مصنف لکھتا ہے:-
"جو لوگ ان مقاصد اساسیہ لیگیہ کو سمجھتے ہوئے ممبر بنیں گے وہ خود بد مذہب ہو جائیں گے۔" (ص ۱۱)

گویا اس فتویٰ کی رو سے برصغیر کے کئی کروڑ مسلمان جنہیں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر تحریکِ آزادی میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہے، سب کے سب بد مذہب ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: "لیگ کے مقاصد اساسیہ جو صریح محرمات، ضلالات بلکہ منجر کفریات ہیں۔" (ص ۱۴)

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۹ سے ۳۲ تک جناب ابوالبرکات احمد شاہ صاحب مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کا فتویٰ درج ہے جس میں موصوف فرماتے ہیں: "لیگ کی حمایت کرنا، اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا، اسکی اشاعت و تبلیغ کرنا منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا ہے۔ اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔"

گویا سارے برِصغیر کے مسلمان مرتد اور منافق ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ مسلم لیگ آزادی کیلئے لڑ رہی تھی اور ان بریلویوں کے نزدیک انگریزوں کو ملک سے نکالنے کی جدوجہد کرنا ارتداد اور نفاق ہے۔ اور "تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ" از مولوی محمد طیب صاحب داناپوری، قادری، برکاتی میں لکھا ہے۔ "مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ندوۃ العلماء، خدام کعبہ، خلافت کمیٹی، جمعیۃ العلماء ہند، خدام الحرمین، اتحادِ ملت، مجلس احرار، مسلم لیگ، اتحاد کانفرنس، مسلم آزاد کانفرنس، نوجوان کانفرنس،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمازی فوج، جمعیت تبلیغ اسلام انبالہ، سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور۔ آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں انہی کافروں نیچریوں نے بنائی ہیں۔" (ص: ۹)

بتائیے مسلمانوں کی کون سی تنظیم ان لوگوں کے فتوٰی کفر کی زد سے بچ سکی ہے۔ جو جماعتیں اس فتوٰی میں شامل نہیں ہیں۔ وہ اسی کتاب کے ایک دوسرے اقتباس میں ملاحظہ فرمائیے جو ہم کسی دوسری جگہ درج کر چکے ہیں۔

یعنی انگریز کے سایہ میں حضرت خان صاحب بہادر (احمد رضا خان) اور ان کے متبعین نے تمام مسلم سیاسی و مذہبی جماعتوں کو کافر قرار دیدیا ہے۔ اب ہم انہی لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عالمگیر قسم کی فتوٰی بازی کے بعد متحدہ ہندوستان میں کون شخص مسلمان رہ گیا تھا۔؟

قارئین یہ ہے ان لوگوں کی خدمت جو تحریک آزادی میں ان لوگوں نے سرانجام دی۔ اپنے آقا انگریز کو خوش کرنے کیلئے ان کی مخالفت میں اٹھنے والی ہر جماعت اور تنظیم کو بے دریغ فتوٰی کفر سے کچلنے کی کوشش کی ہے۔ حکومت وقت ان پہ مہربان تھی، اس لئے ان کی زبان قینچی کی طرح چلتی تھی۔ سچ ہے ؏

سیّاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا

یہ تو جماعتوں کی بات تھی، اب افراد کیطرف آیئے:

"بحکم شریعت مسٹر جینا (جناح) اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے یا اس کے مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد ہے۔" (تجانب اہل السنۃ۔ ص ۱۲۲)

"حسن نظامی دہلوی بھی کافر ہے۔" (" ص ۱۲۲)

"شبلی نعمانی اور الطاف حسین حالی بھی کافر ہے۔" (" ص ۲۸۹)

علامہ اقبالؒ پر تو ۱۴ صفحے سیاہ کئے گئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر اقبال نے دہریت والحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔" (تجانب۔ ص ۳۴۴)

"ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان بول رہا ہے۔" (تجانب۔ ص ۳۴۰)

"مسلمان اہل السنت خود ہی انصاف کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے مذہب کو سچے دین اسلام سے کیا تعلق ہے۔" (تجانب۔ ص ۳۴۱)

مفکر اسلام حکیم مشرق ڈاکٹر اقبال پر سب سے پہلے کفر کا فتوٰی مولوی سید دیدار علی شاہ والد ماجد سید ابوالبرکات احمد انجمن حزب الاحناف لاہور نے لگایا تھا۔ لوگ عموماً کہا کرتے ہیں کہ علماء نے ڈاکٹر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب پر یہ فتویٰ کفر لگایا تھا۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ علماء دیوبند و علماء اہل حدیث نے قطعاً ایسا فتویٰ نہیں دیا۔ ہاں یہ خدمت تحریک آزادی کے نام نہاد اجارہ داروں یعنی بریلوی علماء نے سرانجام دی تھی۔

بات دراصل یہ ہے کہ جب انگریز بہادر یہاں تشریف لایا اور اس نے مکر و فریب سے سلطنت ہتھیالی تو اسے مضبوط کرنے کیلئے اس نے دو افراد کی خدمت حاصل کی۔ ایک کو تو اپنا نبی بنا کر مبعوث کیا جس نے بعثت کے ساتھ ہی جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر کے مجاہدین آزادی کی پشت میں چھرا گھونپ دیا۔ اور دوسرے کو مجدد بنا دیا جس نے انگریز کے خلاف جدوجہد کرنے والوں پہ کفر کی مشین چلا کر عوام میں انہیں بدنام کرنے کی پوری کوشش فرمائی۔ اس مجدد نے اس موضوع پر خاص طور پہ دو کتابیں لکھیں ایک کا نام — "کتاب الامارۃ والجہاد" ہے جس میں جہاد کی ایسی شرائط بیان کیں کہ وہ منسوخ قرار نہ دئیے جانے کے باوجود ہند میں ناممکن ضرور ہو گیا۔ اور دوسری کتاب "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام" ہے۔ جس میں ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ یعنی انگریز بہادر کے خلاف بغاوت نہ کی جائے اور جہاد کا خیال دل سے نکال دیا جائے۔ یاد رہے کہ یہ وقت ایسا تھا جب مجاہدین آزادی بار بار یہ اعلان کر رہے تھے کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور اسے دار الاسلام بنانے کیلئے انگریز کو یہاں سے نکال کر اسلامی مملکت کا احیاء کیا جائے۔

اللہ کی شان ہے کہ رائے بریلی سے پیدا ہونے والا مجدد (سید احمد) جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ میں جام شہادت سے سرفراز ہو گیا اور اسکی ایک ہم نام بستی بانس بریلی میں پیدا ہونے والا مجدد ہندوستان میں جہاد کو ممنوع قرار دے رہا ہے۔ بانس بریلی کے اس مجدد نے نہ صرف اپنے ہم عصر مجاہدین پہ گولہ باری کی بلکہ اپنے سے پہلے مجاہدین کو بھی معاف نہیں کیا۔ شاہ اسماعیلؒ تو ان کی کفر ساز مشین گن کا پہلا نشانہ تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ جنہوں نے سب سے پہلے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا تھا۔ انہیں بھی اپنی قلمی سخاوت سے محروم نہ رکھا۔ اس طرح امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ جیسے اکابرین کو بھی وہابیوں یعنی انگریز کے باغیوں کا پیشوا قرار دیکر مطعون کیا۔ اور اپنی تمام تصانیف میں ان تینوں بزرگوں کو کہیں بھی رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا۔ متحدہ ہندوستان میں ان بزرگوں سے جو لوگ عقیدت رکھتے تھے انگریزوں نے انہیں وہابی کے خطاب سے نوازا تو حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب نے وہابیوں کے متعلق یہ فتویٰ جاری فرمایا:

"آجکل کے وہابی رافضی وغیرہ ایسا شخص سب سے مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔ مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ۔" (احکام شریعت)

تمہید ایمان اور حسام الحرمین میں حضرت خان صاحب گالی گلوچ پہ اتر آتے ہیں۔ ص ۴۳ سے ۸۳ تک پورے دس صفحات میں گالیوں کی ایک طویل فہرست مرتب کی ہے۔ جو قابلِ دید ہے ——

• دوزخ کے کتّے " آپ کا تکیہ کلام ہے۔ ص ۱۲ پہ مناظرانہ رنگ میں اُلّو، گدھے، سُور بھی کہہ دیا ہے۔ مگر غصہ ہے کہ تھمتا نظر نہیں آتا۔ کتاب میں کئی جگہ وہابیوں کو واجب القتل قرار دیا ہے۔ ایک وہابی کو قتل کرنا سو کافر کے قتل سے افضل قرار دیا ہے۔ اور بادشاہ اسلام اس کام کا مجاز ہے۔

ص ۶۸ پہ لکھتے ہیں، "یہودی کا ذبح کیا ہُوا جانور حلال ہے۔ اگر خدا کا نام لے کر ذبح کرے وہابی دیوبندی وغیرہ کا ذبیحہ نجس اور مردار قطعی ہے۔ اگرچہ لاکھ بار خدا کا نام لے۔ یہ سب مرتد ہیں۔"

قارئین! آپکو پتہ ہے اسکی وجہ کیا ہے۔؟ صرف یہ کہ وہابی خاں صاحب کا وہ فتویٰ نہیں مانتے تھے جس میں انہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیکر انگریز سے لڑائی کو ناجائز قرار دیا تھا۔

پی گئے رِند بادۂ گلگوں شیخ کہتا رہا حرام حرام

اور جوں جوں وہابیوں کی تحریک شدت اختیار کرتی جاتی تھی خاں صاحب کا پارہ چڑھتا جاتا تھا۔ ان سے سوال ہُوا کہ وہابیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں۔؟ فرماتے ہیں: "کفّار کی مسجد مثل گھر کے ہے۔" (ملفوظات جلد ا صہ ۹۳)

اور "وہابی سے مصافحہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ) حالانکہ آپ کے نزدیک حقّہ کے پانی سے وضو جائز ہے۔

قارئین کرام! یہ ہیں بریلوی جماعت کے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع المرتبت مجدّدِ مائتہ حاضرہ، صاحبِ تصانیف قاہرہ سرخیل تحریک حریت حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب، ایک تو وہ مجدّد تھے جنہوں نے اکبر کے دینِ الٰہی کا ڈنکے کی چوٹ مقابلہ کرکے اسے ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔ اور جن کی تعریف میں شاعرِ مشرق یوں نغمہ سرا ہیں: —

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے ہے اس کے نفسِ گرم سے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اور فضائیں زبانِ حال سے پوچھ رہی ہیں —

کون آبلہ پا وادی پرخار سے گذرا کانٹوں سے مہک آتی ہے یہ کس کے لہو کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک یہ مجدد ہیں جنہوں نے انگریز بہادر کے قدم مضبوط کئے اور جب انگریز کے اقتدار کو ختم کرنے کیلئے تمام مسلمان متحد ہوئے تو آپ نے ان پر کفر کی مشین چلادی۔ کون نہیں جانتا کہ تحریک آزادی ہند میں علماء اہل حدیث اور علماء دیوبندی پیش پیش تھے۔ اور شاہ احمد رضا خان جن کا انتقال ۱۹۲۲ء میں ہوا ان کا ساتھ دینے کی بجائے الٹی چال چل رہے تھے۔ ان کی وفات کے بعد انگریز کی خدمت کا منصب ان کے صاحبزادے حامد رضا خان صاحب نے سنبھال لیا۔ جب چھوٹے میاں نے مولانا ظفر علی خان پر تحریک آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں فتویٰ کفر لگایا تو مولانا ظفر علی خان نے فرمایا ؎

حامد رضا خاں آئے اوڑھ کر بدعت کا لحاف ۔۔۔ ذات اُن کی ہے مجدد بات ان کی لام کاف

مولانا ظفر علی خان پر سید ابوالبرکات احمد کے والد سید دیدار علی شاہ نے بھی فتویٰ کفر لگایا تھا۔ جس پر مولانا نے فرمایا ؎

نکل جاتی ہے سچی بات جسکے منہ سے مستی میں ۔۔۔ فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

ہم علماء بریلی کے ان فتوؤں سے نہیں گھبراتے کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔ جب ظرف متعفن چیزوں سے بھرا ہوا ہو تو اس میں سے مشک وعنبر کی خوشبو نہیں آئے گی۔ لیکن ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ آج کے بریلوی حضرات اپنا ماضی جانتے ہوئے بھی یہ دعویٰ کئے جا رہے ہیں کہ جنگ آزادی اور تحریک آزادی ہند کے سرخیل یہی لوگ ہیں۔ حالانکہ ان کے نامۂ اعمال میں سوائے مجاہدین کو تنگ کرنے اور انگریز کی چاپلوسی کے کچھ نہیں ہے ؎

کسی کے پاس یوسف سی متاع بے بہا کب تھی ۔۔۔ ہزاروں قافلے آنے کو آئے یوں تو کنعاں سے

ہماری داستاں ہر خار کے نوک زباں ہوگی ۔۔۔ ہمارے تذکرے تم پوچھنا اک دن غزالاں سے

ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ جان من! جب آپکے مجدد اور اعلیٰ حضرت انگریز کے مقبوضہ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے رہے ہیں۔ انگریز کے سایۂ عاطفت کو ظل الٰہی سمجھتے ہیں تو آپ کس گورنمنٹ کے خلاف جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ وہ منصوروں کا قبیلہ ہی اور تھا جو راہ جہاد میں کروڑوں کی جائیدادیں چھوڑ کر سرحد کی سنگلاخ چٹانوں پر اور برف پوش پہاڑوں میں باد و باراں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پورے ایک سو سال تک نعرۂ تکبیر کر کے قصر برطانیہ کے در و بام ہلاتا رہا۔ پھانسیوں کو شہادت سمجھتا رہا۔ بیڑیوں کو زیور سمجھ کر چومتا رہا۔ کالے پانیوں کو آب حیات تصور کرتا رہا۔ قید و بند کو سنت یوسفیؑ سمجھتا رہا۔ ضبطیٔ جائیداد کو ذخیرۂ آخرت گردانتا رہا ؎

یہ ہے کمال محبت یہ ہے مآل وفا ۔۔۔ کہ لوگ موت پہ مرتے ہیں زندگی کیلئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کے حصے میں یہ سعادتیں کہاں۔! یہ لوگ شمشیر و سنان سے کھیل کر تقدیر امت بنا رہے تھے۔ اور آپ خانقاہوں میں طاؤس و رباب کو قوالی کا نام دیکر امت کو مدہوش کر کے غیر مسلم اقتدار کی بنیادیں مضبوط کر رہے تھے۔ ان لوگوں کی بازی گاہ میدان حرب تھا۔ اور آپ کے پیر اور گدی نشین دستر خوان کے بھکاری تھے۔ یہ لوگ انگریز کا ناک میں دم کئے ہوئے تھے اور آپ کے پیران کرام حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے مزار پر گولیاں چلانے والی انگریزی سپاہ کے ہندوستانی اجیروں کو حفظ داماں کے تعویز فروخت کر رہے تھے۔ یہ لوگ آزادی کی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے اور آپ کے علماء کفر کے فتوؤں کے کانٹوں سے ان کا دامن الجھا کر انہیں منزل پر پہنچنے سے روک رہے تھے۔

قارئین! مقام افسوس ہے کہ جن شہیدان وفا کی ہڈیوں کی راکھ سے آزادی کا یہ قصر رفیع تیار ہوا ان کی عظمت کو سلام کرنے کی بجائے انہیں ملت اسلامیہ کے غدار اور انگریزوں کے پشتینی وفادار ہونے کے القاب تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ؎

مراحق ہے گردش جام پر مراحق ہے کیف دوام پر
کہ چراغ محفل ناز میں ابھی جل رہا ہے مرا لہو

ہم ان دودھ پینے والے مجنونوں کے قبیلۂ بریلی سے پوچھتے ہیں کہ ان میں سے کون فرد ولائت علی کا ہم پایہ ہے۔؟ عنایت علی ثانی کون ہے؟ عبداللہ صادقپوری کے پاؤں کی خاک ہونے کا شرف ان میں سے کون حاصل کر سکا ہے۔؟ یحییٰ علی سی جانبازیوں اور سر فروشیوں کی مثال کون پیش کر سکتا ہے۔؟ شیخ الہند کا ہمسر کون ہے۔؟ احمد اللہ صادقپوری کا مثیل کون ہے۔؟ ؎

ہے کوئی اسد پیشہ بیابان اجل میں
دیکھو تو کوئی میری طرح آبلہ پا ہے۔؟

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے
ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں
جنہوں نے
پستول مارکہ آٹا استعمال کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی ہے!
نوشہرہ فلور ملز — جی ٹی روڈ — نوشہرہ۔ فون ۱۲۶

© rasailojaraid.com